آپ کے خوابوں کا پاکستان
ورلڈ بینک ساؤتھ ایشیا ریجن کی سابق صدر می ایکو نیشیمرو کا
لاہور یونیورسٹی آف مینجمنٹ سائنس میں خطاب

آپ کا کیا خواب ہے؟ پاکستان کے لئے کیا خواب دیکھتے ہیں؟

کیا آپ پاکستان کو غربت سے نجات دلانے کا خواب دیکھتے ہیں؟ وہ پاکستان جہاں معیارِ زندگی ہر شہری کیلئے انسانی عظمت کی ضمانت دیتا ہو، پاکستان جہاں ہر عورت اور مرد کو اپنی صلاحیتوں کے اظہار کے مواقع میسر ہوں۔ پاکستان جہاں تمام بچے آج کھیلیں کودیں اور کل تعلیم حاصل کریں۔ آپ کا معلوم نہیں لیکن یہ پاکستان کی "خاموش اکثریت" کا خواب ہے۔ سب غریبوں، خصوصاً خواتین کا سپنا ۔۔۔ بشرطیکہ انکے پاس خواب دیکھنے کا وقت ہو۔

مئی 1999 میں میرا قیام کچھ دِنوں قراقرم کے پہاڑی سلسلے میں واقع ایک گاؤں میں رہا۔ جہاں میری ملاقات ایک بیوہ سے ہوئی جو اپنے دو بچوں کے ساتھ زندہ رہنے کی جدوجہد میں مصروف تھی۔ اپنے گھاس پھونس سے بنے اور اندھیرے گھر میں دورانِ ملاقات اس نے مجھ سے اپنے حالاتِ زندگی بیان کرتے ہوئے کہا کہ:

''میں طلوعِ آفتاب سے پہلے اُٹھ کر پانی لینے جاتی ہوں۔ اس سفر میں گھنٹہ پہاڑ پر چڑھنے، گھنٹہ پہاڑ سے اترنے پر لگتا ہے، پھر میں مویشیوں کا باڑہ صاف کرتی ہوں اور اپنی بکریوں کو چارہ کھلاتی ہوں۔ میں پانی ابالتی ہوں اور اپنے بچوں کو چائے اور روٹی کے ٹکڑے دیتی ہوں میں دھوپ کی شدت سے پہلے اپنے امور انجام دینے باہر جاتی ہوں۔ میں کچھ سبزیاں اور مویشیوں کو کھلانے کیلئے گندم کاشت کرتی ہوں۔ نہیں 'میں فروخت کرنے کیلئے زیادہ کاشت نہیں کرتی۔ ہمارا دوپہر کا کھانا صرف چائے ہوتی ہے اور کبھی کبھی صرف گرم پانی۔ گھر کو صاف کرتی ہوں اور کپڑے اس وقت دھوتی ہوں جب اضافی پانی میسر ہو۔ کاش میں مزید کام کر سکتی اور مجھ میں پانی لانے کیلئے پہاڑ پر دوبارہ چڑھنے کی سکت ہوتی۔ دوپہر میں زیادہ وقت لگتا ہے اور میں تھک جاتی ہوں۔ سورج غروب ہونے سے پہلے ہم مسور کی دال اور تھوڑی بہت روٹی کے ساتھ کھانا کھاتے ہیں۔ میں رات کو سونے سے پہلے اپنے بچوں سے باتیں کرتی ہوں۔ مجھے رات کا وقت سب سے زیادہ پسند ہے۔''

اسطرح زندگی گزارنے کے بارے میں تصور کیجئے طلوعِ آفتاب سے غروبِ آفتاب تک، ہر روز، سال کے 365 دِن، سال کے بعد سال ۔۔۔ اُمید کیلئے کوئی وقت میسر نہ خواب دیکھنے کیلئے۔

یہ خوش فہمی بہت آسان ہے کہ ہم غربت کو سمجھتے ہیں مگر درحقیقت غربت کی حقیقت ہم نہیں جان سکتے۔ اس کیلئے وسیع القلبی کی ضرورت ہے۔

اور بہت سال پہلے میرا دل ایک عورت کے سادہ الفاظ نے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا، جو صرف ایک برتن میں پانی بھر کے لانے کیلئے جھلستے ہوئے سورج کے نیچے چار گھنٹے تک مسلسل چلی تھی ۔" یہ زندگی نہیں ۔یہ تو بس جسم کو زندہ رکھنے کا عمل ہے ۔"

اگر ہم دنیا کو سو افراد پر مشتمل ایک گاؤں کی حد تک سمیٹ سکیں تو ان افراد میں سے 80 غیر معیاری رہائش کے حامل ہونگے، 70 پڑھنے اور لکھنے کے قابل نہیں ہونگے ۔50 افراد جن میں بچوں اور عورتوں کی تعداد زیادہ ہو گی غذا کی کمی کا شکار ہونگے ۔صرف 6 لوگ جو گاؤں کی 60 فیصد دولت کے مالک ہونگے ان میں سے ایک ۔۔۔ جی ہاں صرف ایک شخص یونیورسٹی کا تعلیم یافتہ ہو گا اور بمشکل کوئی ایک آدمی جو کمپیوٹر رکھتا ہو گا۔

پاکستان کی ترقی اس کے باشندوں کیلئے بہت سے فوائد لائی ہے ۔آج سے تیس سال قبل محض 2% نومولود بچوں کو تحفظ حاصل تھا اور آج نصف سے زیادہ نومولود بچوں کو تحفظ حاصل ہے ۔تیس سال پہلے پیدا ہونے والے پاکستانی بچے کی اوسط عمر 52 برس تھی جبکہ اب 63 برس ہو چکی ہے ۔تین عشرے قبل سو میں سے صرف بیس پاکستانی پڑھ اور لکھ سکتے تھے مگر اب یہ تعداد تقریباً دگنی ہو چکی ہے ۔تیس برس پہلے ہر سو میں سے پچیس لڑکیاں پرائمری اسکول جاتی تھیں آج یہ تعداد 62 ہو چکی ہے ۔

تاہم ابھی مزید جدوجہد کی ضرورت ہے ۔پاکستان بھی اس عالمی گاؤں کی طرح منقسم ہے اور غالباً زیادہ بُری طرح ۔اس کی سرحدوں میں ترقی یافتہ ترین اور قرونِ اولیٰ کے لوگ ایک ساتھ بسے ہوئے ہیں ۔یہ ذہانت سے پُر اذہان اور بے تحاشہ دولت کے ساتھ ناخواندہ لوگوں اور ذلت بھری غربت کا مشترکہ گھر ہے ۔ہم یہاں لاہور میں تمام تر چمک دمک اور شائستگی کے ساتھ موجود ہیں مگر یہاں سے 15 کلومیٹر کے فاصلے پر مختلف اطراف میں یہاں تک کہ شہر کی حدود میں بھی ایک یکسر مختلف صورتِ حال موجود ہے ۔مزید دور چلے جائیے تو لاہور کسی اور سیارے کا حصہ معلوم ہوتا ہے ۔چاہے تکنیکی تقسیم کہیں، چاہے ترقیاتی تقسیم کہیں یا کچھ بھی چاہے کہیں یہ شہر، جہاں آج ہم پرتعیش ماحول میں جمع ہوئے ہیں، یہ پاکستان کے غربت کے سمندر میں خوشحالی کا جزیرہ ہے ۔

کیا آپ کو غربت سے پاک پاکستان کا خواب دیکھنا چاہئے؟ کیا آپکو متفکر ہونا چاہئے؟

کئی سال قبل میرے کچھ ساتھیوں نے ملک بھر کا دورہ کیا اور مختلف شعبہ جات سے تعلق رکھنے والے پاکستانیوں سے انکا احوال سنا ۔اِن ساتھیوں کے مشورے پر ورلڈ بنک نے ایک حکمتِ عملی وضع کی جو کچھ ہم نے پاکستانیوں سے سُنا اس کے مطابق:

☆ پاکستانی قوم کو ایک گھمبیر بحران کا سامنا ہے (میں حوالہ دیتی ہوں) " اگر ہمارے لیڈروں نے کچھ کم لوٹا ہوتا تو ملک بحران میں مبتلا نہیں ہوتا ۔"

☆ عوامی ادارے سیاست زدہ ہو چکے ہیں (حوالہ) " طاقتور شخصیات بشمول سیاست دانوں، جرائم پیشہ عناصر اور پولیس کے ناپاک اتحاد کی وجہ سے ۔"

☆سرکاری ملازمین جوابدہ نہیں (حوالہ) "انہیں صرف جیبیں بھرنے سے دلچسپی ہے۔"

☆لوگوں کی شنوائی نہیں اوروہ باہم تقسیم ہیں (حوالہ) "یہ ذلت کیا کم ہے کہ آپ ہمیں جانوروں کی طرح زندگی گزارتے دیکھیں لیکن ہمیں بھلادیں۔" اوراس سب کی وجہ سے

☆ پالیسیاں عوام کی ضروریات کے مطابق نہیں بنائی جاتیں (حوالہ) "ہمیں مواقع دیئے جائیں نہ کہ خیرات۔"

یہ طاقتور اور سلگتے ہوئے الفاظ ہیں۔انہوں نے ہم سے کہا کہ یہ نظم ونسق کا بحران ہے۔ہم نے ہر حکومت کی اچھی حکمرانی فراہم کرنے کی صلاحیت کے بارے میں لوگوں کے تلخ الفاظ سنے۔ہم نے محسوس کیا کہ عوام اور ملک کا انتظام سنبھالنے والے لوگوں میں باہمی اعتماد کا فقدان ہے۔

اسوقت پاکستان کے شہریوں کا اچھی حکومت سے کیا مطلب تھا؟

بہتر نظم ونسق سے ان لوگوں کی مراد تھی کہ بچوں کو انکے اسکولوں میں داخلے کے پہلے دن سے کتابیں فراہم کردی جائیں بجائے یہ کہ مہینوں کے انتظار کے بعد جب فراہم کنندگان میں سودا ہو چکا ہو۔اسکا مطلب یہ تھا کہ اساتذہ پڑھاتے ہوئے نظر آئیں، نہ کہ سیاسی معاونت کے عوض رقوم وصول کرتے اور نجی ٹیوشن پڑھاتے رہیں۔لوگ چاہتے تھے کہ اساتذہ ماہرین تعلیم ہوں، اہل، سند یافتہ اور پُرعزم ہوں۔وہ نہ صرف اچھے استاد ہوں بلکہ ایک اچھے انسان کا مثالی نمونہ بھی ہوں۔ضرورت مندوں کیلئے ضروری ادویات قومی مراکزِ صحت پر دستیاب ہوں نہ کہ چُرا کر مارکیٹ میں بیچ دی جائیں۔طبّی عملہ بیماروں کی تیمارداری کے فرائض بحسن وخوبی انجام دے بجائے اس کے کہ کہیں اور پرائیویٹ پریکٹس کررہا ہو۔

بہتر نظم ونسق کا مطلب تھا کہ صنعتی حلقے اپنی تجارت پر توجہ دیں اوران سے دیانتدارانہ سلوک ہو۔بنکار حقیقی سرمایہ کاری کیلئے ایمانداری سے قرضے فراہم کریں جس سے معاشی ترقی ہو نہ کہ خود کو فائدہ اور قومی معیشت کو نقصان پہنچے اور امیر اور طاقتور قرض دہندگان بھی اسی طرح اپنے واجب الادا قرضے واپس کریں جس طرح غریب اور چھوٹے قرض دہندگان۔

بہتر نظم ونسق کے معنی تھے کہ تمام محصولات وصول کرکے قومی خزانے میں جمع کرائے جائیں نہ کسی کی جیب میں چلے جائیں۔انکا ایک ایک روپیہ قومی ترقیاتی کاموں میں صرف کیا جائے اور یہ عمل دیانتدارانہ اور شفاف ہو۔عوام سے وصول کی گئی رقم کا فوری حساب کتاب ہو نہ کہ برسوں میں۔بہتر نظم ونسق کا یہ مطلب بھی تھا کہ ملک کے قوانین شہریوں کے مفاد میں ہوں جو کہ عدلیہ، پولیس اور دیگر قانون نافذ کرنے والے اداروں کے ذریعے لاگو کیئے جائیں جن سے عوام کا اعتماد ان اداروں پر بحال ہو۔معاشرے اور معیشت میں نظم وضبط رہے جس سے حقیقی پاکستان کی شکل جو جفاکش اور باوقار لوگوں پر مشتمل ہے نظر آئے۔

یہ سب اور دیگر اجزاء ہی بہتر نظم ونسق ہیں۔جن کے ذریعے قومی اموال اور معیشت کو خسارے سے اور لوگوں کو مواقع

کھو جانے سے بچایا جا سکتا ہے۔

جو کچھ میرے ساتھیوں نے کئی سال قبل پاکستان کے شہریوں سے سنا اسکا مطلب تھا کہ قوم اندازِ حکمرانی کے بحران اور غربت کا شکار ہے۔ایسا بحران جو قومی معیشت، تجارت اور اداروں کو درپیش ہے۔ایک بحران جو آمدنی کی تقسیم، دولت اور سرمائے کے نظام کو مسخ کر رہا ہے۔بحران جو سماجی انصاف، ہم آہنگی قومی روح اور پاکستانیوں کی اُمید اور خوشی کے لئے خطرہ بنا ہوا ہے۔

شہری حقوق کیلئے جدوجہد کرنے والے راہنما مارٹن لوتھر کنگ، جس نے سیاہ فام امریکیوں کی جدوجہد کو عدم تشدد پر مبنی مزاحمتی تحریک میں تبدیل کر دیا تھا اپنے خط میں جو اس نے برمنگھم سٹی جیل سے ان مسیحی راہنماؤں کو لکھا تھا جو اس تحریک کو ختم کرنے کیلئے دباؤ ڈال رہے تھے، لکھتا ہے: ''نا انصافی کہیں بھی ہو رہی ہو وہ انصاف کیلئے ہر جگہ ایک خطرہ ہے۔ہم باہمی مفادات کے ایک جال میں قسمت کے ایک ہی تار سے مضبوطی سے جکڑے ہوئے ہیں۔ایک پر جو اثرات براہِ راست ہوتے ہیں وہ دوسرے پر بالواسطہ طور پر۔''

وہ کتنا صحیح تھا، عالمی تاریخ اسکی شاہد ہے۔سماجی نا انصافی میں سیاسی ناپائیداری یہاں تک کہ جنگ بھی اپنی گہری جڑیں رکھتی ہے۔ نا انصافی وقتاً فوقتاً غربت کو پھیلاتی ہے اور دوسری طرف بُری حکومتوں کے قیام یہاں تک کہ ریاست کی ناکامی کا سبب بن جاتی ہے۔

لہٰذا کیا آپکو پاکستان کو غربت سے نجات دلانے کا خواب دیکھنا چاہئے؟ اور اسکے لئے متفکر ہونا چاہئے؟ ہاں اگر آپ اپنے لئے، اپنے اہلِ خانہ اور ملک کیلئے امن اور تحفظ کے خواہش مند ہیں تو آپکو فکر کرنا ہوگی۔ کیونکہ غربت ترقی اور قومی تحفظ کا معاملہ ہے جسکا حل ہونا پاکستان کے خود مختار ریاست کے طور پر برقرار رہنے کیلئے ضروری ہے۔

تو پھر غربت سے پاک پاکستان کے خواب کی تعبیر پانے کے لئے کیا قدم اٹھایا جائے؟ اس منزل تک پہنچنے کے لئے دراصل کیا کیا جانا چاہیے؟

ہم مساوات کے فروغ کیلئے بہت سے عناصر سے واقف اور بہت سے عناصر سے نا آشنا ہیں۔ہم حکومت اور مجموعی طور پر معاشرے میں قیادت کے معیار پر نظر رکھتے ہیں، جس کی اس عنصر کیلئے وسیع تر اہمیت ہے۔

برسوں پہلے بحیثیت کنٹری ڈائریکٹر ورلڈ بنک میں نے پاکستان کا پہلا دورہ کیا۔یہاں بلوچستان اور شمالی علاقہ جات کے اندرونی علاقوں میں میری ملاقات ان عورتوں اور مردوں سے ہوئی جو غربت سے لڑنے کے لئے خود کو بااختیار بنا رہے تھے، اور اتنی تیزی سے کامیابی حاصل کر رہے تھے جو بحیثیت ماہر معاشیات میرے تصور سے باہر تھا۔میں ان دیہاتیوں کی شکر گزار ہوں جو آج تک میرے استاد ہیں۔اس ملاقات کے بعد میں ترقی کے بارے میں یکسر مختلف انداز میں سوچنے لگی۔میں نے اسے ایک سبق کے طور پر لیا یعنی ایک ایسا عمل جس میں معاشرے کی کایا پلٹ، لوگوں کی، لوگوں کے ذریعے اور لوگوں کیلئے کے فارمولے پر عمل کرتے ہوئے کی جا سکتی ہے۔

اندازِ بیاں اور کامیابی کا معیار شاید مختلف ہو مگر میرے جنوبی ایشیا کے سفر میں ترقی کی کہانی گاؤں گاؤں اور بستی بستی ایک ہی ہے۔

پورے پاکستان میں اور اس کی سرحدوں کے پار بھارت، بنگلادیش، بھوٹان، مالدیپ، نیپال، سری لنکا اور افغانستان کی یہی کہانی ہے۔

☆ میں ترقی اور تبدیلی کے عمل کے بارے میں اس نتیجے پر پہنچی ہوں کہ جہاں کسی معاشرے کے افراد اپنی قسمتوں پر گرفت پانے کا راستہ چُن لیتے ہیں وہاں انکی زندگیاں غربت سے نجات پا لیتی ہیں اور انہیں زندگی کی سہولیات میسر آجاتی ہیں۔

☆ میں اس نتیجے پر پہنچی ہوں کہ ترقی کی حکمتِ عملی میں پہلا قدم معاشرے کو اٹھانا ہوتا ہے اور ایک ایسی پائدار اور شاندار حکمتِ عملی کا جال تیار کرنا ہوتا ہے جو خود معاشرے کیلئے ایک طویل المعیاد خواب کا حامل ہوتا ہے جو اپنے اندر تبدیلی کی ساخت رکھتا ہو اور جو لوگوں نے مشترکہ طور پر تخلیق کرکے، اپنا کر، اور ادراک حاصل کرکے تشکیل دیا ہو۔

☆ اور میں سوچتی ہوں کہ اس عمل میں لوگ بیرونی عناصر کو جن میں حکومتیں، این جی اوز، بین الاقوامی ادارے جیسے ورلڈ بینک کو ایک سہولت پہنچانے والے کے طور پر شرکت کیلئے مدعو کریں۔ اور انہیں اس عمل میں ایک دیانتدار ثالث کی حیثیت سے شریک کیا جائے۔

مندرجہ بالا نکات کے ذریعے ہم اندازہ لگاسکتے ہیں کہ کوئی ترقیاتی منصوبہ مستقبل کے کسی سماجی بہبود کے کام کے لئے مفید ثابت ہو گا کہ نہیں۔

ایسا عمل سیاسی رہنماؤں کو اپنی جانب بلاتا ہے جو پاکستان کے معاشرے کو امداد کی سیاست سے بہتر نظم و نسق کے قیام کی سیاست کی طرف لاسکتے ہیں، شراکت کے ذریعے غربت کو گھٹانے کا عمل محسوس اور غیر محسوس طور پر معاشی ترقی کے ثمرات کی مساوی تقسیم کا ذریعہ ہوتا ہے۔ حکمتِ عملی، پالیسیوں اور اقدامات پر ہی فتح اور شکست کا دارومدار ہوتا ہے۔ یہ انکے لئے بھی ایک چیلنج ہے جو تبدیلی کیلئے مختلف اور انقلابی زاویہ نظر رکھتے ہیں۔ اور اس قوم کیلئے چیلنج ہے جو اندازِ حکومت کی وجہ سے مشکلات میں مبتلا ہے۔

وسیع النظر سیاسی رہنما اپنے وقتی مفادات کی قربانی دیکر لوگوں کی مدد کرتے ہیں۔ تیز تر معاشی ترقی ایسے رہنماؤں کے بغیر بھی حاصل کی جاسکتی ہے اور تاریخ عالم ایسے واقعات سے بھری پڑی ہے۔ لیکن مساوی ترقی، آمدنی کی تقسیم اور قومی ترقی کیلئے دولت کا استعمال ایسے رہنماؤں اور انکے بہتر نظم و نسق کے بغیر ممکن نہیں۔ یہ معاشی معیاری ترقی محض ترقی کے ثمرات کی مساوی تقسیم سے بھی ممکن نہیں اس کے لئے متمول افراد کو اپنے درمیان موجود غریبوں کی خود بھی مدد کرنا ہوگی۔ لوگ امیر ہوں یا غریب اس وقت مطمئن ہونگے جب تبدیلی کے عمل میں حقیقی طور پر شریک ہوں۔ وہ ضرورت محسوس کرتے ہیں کہ انہیں مشترکہ خواب، حکمتِ عملی اور اقدامات میں شریک کیا جائے۔ یہ مشترکہ اور جمہوری طور پر تبدیلی کا عمل ہی معاشی ترقی کا راستہ ہے۔ لیکن ضرورت اس بات کی ہے کہ قومی دھارے سے تعلق رکھنے والے خواتین و حضرات، جو مواقعے کی عدم دستیابی کا شکار رہیں، کی خاموشی کو بھی سنا جائے۔ صوفی شاعر جلال الدین رومی ہمیں یاد کراتے ہیں کہ:

آواز و وجود کے درمیان

ایک ایسا باب موجود ہے

جو عرفان کے جہاں میں کھلتا ہے

خاموشی کی ریاضت سے

یہ در وا ہوتا ہے

اور بے معنی گفتگو سے بند

اسکا مطلب ہے کہ جانکاری اپنے تحفظات رکھتی ہے اور اسکے آواز کی شکل میں ڈھلنے اور فروغ کیلئے محفوظ جگہ درکار ہوتی ہے۔اس کے معنی یہ ہوئے کہ معاشرے کے افراد کے نقطہ نظر میں اختلاف کو برداشت کیا جائے اور اس اختلاف میں مقصد کی وحدت کو تلاش کیا جائے۔چاہے وہ کسی بھی ثقافت، زبان، نسل، مذہب، ذات اور عمر سے تعلق رکھتے ہوں ان لوگوں سے سنا اور سیکھا جائے۔

یہ عمل ملک کے ہر باشندے کیلئے ہمدردی، برداشت اور نمایاں اسلامی اقدار پر عمل کا طلبگار رہے بالخصوص سیاسی رہنماؤں اور طبقۂ امراً سے جو تبدیلی لاسکتے ہیں کیونکہ ترقی کا کوئی بھی عمل قیادت کی جانب سے انکساری اور برداشت کے رویے اختیار کئے بغیر ممکن نہیں۔ مجھے ایسا لگتا ہے کہ غربت سے پاک پاکستان، منکسر اور روادار قیادت کے بغیر بس ایک خواب ہی ہے۔وسیع النظر بہادر رہنما انکسار اور امن پسندی جن کی خصوصیات ہیں وہ ان خصوصیات سے عوام کو فیض یاب کرتے ہیں۔

پھر کیا پاکستان کو غربت سے پاک کرنے کی کوئی اُمید ہے؟

جی ہاں، یہ اُمید ہے آپ تعلیم یافتہ نوجوان جو قیادت کی اہلیت رکھتے ہیں اور اس ملک کی خواتین سے۔کئی سال قبل میں نے یہ نتیجہ نکال لیا تھا کہ کتنے پاکستانی مرد مفاد پرستی کی سیاست کا کلچر اپنا چکے ہیں۔ایک ایسا کلچر جو کمتر ذاتی مفادات پر مبنی ہے۔ایسا کلچر جو موجودہ حالات یعنی جمود کے تسلسل کے لئے پسندیدہ ہے اور ایسا کلچر جو سماجی اور معاشی تبدیلی نہیں لاسکتا۔اور میں نے یہ اندازہ لگایا کہ پاکستان کے نوجوان اور خواتین اس کلچر سے دور رہیں۔جو حیرت انگیز طور پر اس کے دام میں نہیں آئے۔یہ وہ لوگ ہیں جو ترقی کے عمل کو پرانے طریقوں سے ہٹ کر ذاتی مفادات کی بجائے مشترکہ مفادات ، کمیونٹی اور قوم کیلئے انجام دے سکتے ہیں۔

یہ خوش قسمتی کی بات ہے کہ موجودہ سیاسی تبدیلی مضبوط معاشی ماحول میں رونما ہوئی اور بہتر نظم و نسق پر توجہ مرکوز کی گئی۔یوں ہوا کا رخ تبدیل ہوا ہے۔بنیادی معاشی استحکام حاصل کر لیا گیا ہے اور صورتحال وسیع سرمایہ کاری اور ملازمتوں کے مواقع کی جانب بڑھ رہی ہے۔جیسا کہ میرے دوست جان وال (کنٹری ڈائرکٹر ورلڈ بینک برائے پاکستان) کہتے ہے: ''پاکستانی کشتی کو ہوا مل گئی۔'' حالانکہ مقروض معیشت کو بحال ہونے میں ابھی کافی وقت ہے۔آپ خود جانتے ہیں کہ اصلاحات کا عمل ابھی جاری ہے۔ابھی اور بہت کچھ ہونا باقی ہے

مثال کے طور پر غربت کے خاتمے کی شروعات کیلئے مزید تین فیصد شرح نمو (جی ڈی پی) درکار ہوگی۔

آیا کہ پاکستان کی سیاسی تبدیلی کا سفر ملک کو بہتر نظم و نسق کی طرف لے جائے گا یا نہیں، یہ کہنا قبل از وقت ہوگا۔ مگر میں پھر کہتی ہوں کہ اس کا دارومدار آپ کی سوچ، قیادت اور اشتراکِ عمل پر ہے۔

اچھا تو آپ پاکستان کے لئے کیا خواب دیکھتے ہیں؟

آپکا خواب جو بھی ہو، شکر کی بات یہ ہے کہ آپ خواب دیکھ سکتے ہیں۔ مارچ 1996 کا ایک دِن میں نے لاہور کے علاقے کوٹ لکھپت میں یوتھ کمیشن برائے انسانی حقوق اور انکے گھروں میں بنے ہوئے لڑکیوں کے اسکولوں کو دیکھنے میں گزارا۔ ان میں سے ایک اسکول کا کلاس روم ایک گھر کی کھلی چھت پر قائم تھا۔ میں نے وہاں طالبات سے پوچھا: ''تم بڑی ہو کر کیا بننا چاہتی ہو؟'' میں یہ سوال اسکولوں کے دورے کے موقع پر طلباء سے اکثر پوچھا کرتی ہوں مگر پہلی بار یہاں دو طالبات کا جواب سُن کر شدید جھٹکا لگا جو کہہ رہی تھیں کہ: ''ہم نے اس بارے میں کبھی نہیں سوچا اور ہم نہیں جانتے۔'' ان بوڑھے چہروں والی کم عمر لڑکیوں کا جواب سُن کر میں مہر بہ لب لوٹ آئی۔

میں دہراتی ہوں کہ آپ لوگوں کو شکر گزار ہونا چاہئے کہ آپ خواب دیکھتے ہیں اور میں آپکو غربت سے پاک اور پُر امن پاکستان کا خواب دیکھنے کی دعوت دیتی ہوں۔

آپ لوگ جو اس عظیم ادارے لاہور یونیورسٹی آف منیجمنٹ سائنس کی دی ہوئی روشنی ملک بھر میں پھیلانے کیلئے چنے گئے ہیں آپکا مستقبل بلاشبہ شاندار ہوگا۔ لیکن آپ اپنے لئے، اپنے خاندان کیلئے کچھ حاصل نہیں کر سکیں گے جب تک کہ آپ پاکستان کے غریبوں کو خواب کی تعبیر دینے کی جستجو میں نہ لگ جائیں۔

میں اپنی تقریر کا اختتام قرآن مجید کی اس آیت پر کرتی ہوں:

'' اللہ لوگوں کی حالت نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنی حالت تبدیل نہیں کرتے۔''

میری خواہش ہے کہ آپ مستقبل میں پاکستان کے منکسر اور برداشت رکھنے والے رہنما بنیں۔

میرے دِل کی گہرائیوں سے --- پاکستان پائندہ باد